برقعہ پوش کتابیں

ترتیب : ابوالنعمان رضا

آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور اٹھ رہا ہوگا کہ بھائی یہ برقعہ پوش خواتین اور برقعہ پوش مولوی تو دیکھے اور سنے لیکن یہ برقعہ پوش کتابیں ؟؟ کیا آج کل کتابوں نے بھی برقعہ پہننا شروع کر دیا ہے ؟؟ ان کا برقعہ کیسا ہوتا ہے ؟؟ وغیرہ وغیرہ سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہو رہے ہوں گے ، جی ہاں ! خواتین کے ساتھ ساتھ مولویوں (مولوی عبدالعزیز ، لال مسجد والا) نے تو برقعہ پہنے (یہاں ایک بات یاد رہے ہمیں خواتین کے برقعہ پہننے میں کوئی اعتراض نہیں) لیکن ایک کتاب ہماری نظر میں جس نے کئی سالوں سے برقعہ پہن کر ایک مولوی کو معزز و مجدد و حکیم الامت بنایا ہوا ہے۔ یہ مولوی بھی اسی جماعت سے ہیں جس کے اکثر مولوی برقعہ میں نظر آتے ہیں ، اور ان میں حکیم الامت صرف ایک ہے ، جی ہاں ! کوئی اور نہیں ہم جناب اشرف علی تھانوی حکیم الامت کی ہی بات کر رہے ہیں اور ان کی وہ کتاب جو کئی سالوں سے برقعہ پہنے اب بھی دیوبندی مکاتب سے پبلش ہو رہی ہے ، اس کا نام اصل نام '' المصالح العقلية للاحكام النقلية '' ہے لیکن یہ کراچی کے دیوبندی مکتبہ دارالاشاعت سے '' احکام اسلام عقل کی نظر میں'' اب بھی چھپ رہی ہے۔

لگتا ہے آپ کو ابھی بھی سمجھ نہیں آیا تو جناب سمجھ آئے گا بھی کیسے ہم نے ابھی تک آپ کو اس کی تفصیل بیان ہی نہیں کی ، لیجئے سنئے ! مرزا غلام قادیانی کی کتابوں کو حکیم الدیوبند اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے نام کا برقعہ پہنا کر اضافہ کے ساتھ پبلش کروادی۔ جس کا ذکر جناب حکیم الدیوبند نے اسی کتاب کے مقدمہ میں کچھ ان الفاظ سے کیا ہے :

'' چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی ہی کتاب جس کو کسی صاحب قلم نے لکھا ہے مگر علم و عمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب و یابس وغث وسمین سے پر ہے ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے آئی ہوئی رکھی ہے اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدون اس کے کہ اس کا دوسرا

بدل لوگوں کو بتلایا جاوے اس کے مطالعہ سے روکنا خارج عن القدرۃ ہے۔اس لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا جوان مفاسد سے مبرا ہوایسے لوگوں کے لئے مہیا کیا جاوے تا کہ کسی کو ایسا شوق ہوتو وہ اس کو دیکھ لیا کریں کہ اگر مورث منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا۔ " ﴿ صفحہ ۱۴ ﴾

آ گے لکھتے ہیں کہ

" احقر نے غایت بے تعصبی سے اسمیں بہت سے مضامین کتاب مذکور بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لئے ہیں ۔اوراس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں۔مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں ۔نہ سب مدارِ احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے محض ایک نمونہ ہے۔ "
﴿ صفحہ ۱۵ ﴾

آیئے چند عبارتوں پر نظر ڈالتے ہیں :

خنزیر کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

مرزا قادیانی

س بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ نجاست خور اور تیز بے عزت اور دیوث ہے۔اوراب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔جیسا کہ یونانی طبیبوں نے

مولوی تھانوی

اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ نجاست خور بے عزت و دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر بھی پلید ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی روح پر ضرور ہوتا ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا ۔جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے

اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیاء کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔

﴿ اسلامی اصول کی فلاسفی ، صفحہ ۲۴ ﴾

ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیاء کی قوت کو کمکر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۲۷۹ ﴾

مرزا قادیانی نے اپنے کتاب '' اسلامی اصول کی فلاسفی'' میں '' عفت اور اسلامی پردہ '' پر جو کچھ لکھا مولانا تھانوی نے اس کے من وعن نقل اپنی مذکورہ کتاب میں کی۔

مرزا قادیانی

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فرد جھم ذلک ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون و قل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن و لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمرھن علی جیوبھن الی قولہ تعالیٰ و لا بضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و توبوا لی اللہ جمیعاً ایہ المومنون لعلکم تفلحون . ولا تقربوا لزنا انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلاء و لیستعفف الذین لایجدون نکاحاً . و رھبانیہ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا

ترجمہ: یعنی ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھ کو نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو

مولوی تھانوی

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فرد جھم ذلک ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون و قل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن و لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمرھن علی جیوبھن الی قولہ تعالیٰ و لا بضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و توبوا لی اللہ جمیعاً ایہ المومنون لعلکم تفلحون . ولا تقربوا لزنا انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلاء و لیستعفف الذین لایجدون نکاحاً . و رھبانیہ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا

ترجمہ: یعنی ایمانداروں کو کہہ دے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے بچائے رکھیں یعنی ایسی عورتوں کو

کھلےطور پر سے نہ دیکھیں جوشہوت کومحل ہوسکتی ہیں اورایسے موقعوں پرخوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اوراپنے ستر کی جگہ کی جس طرح ممکن ہو بچاویں ۔ ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بے گانہ عورتوں کے گانے بجانے اورخوش الحانی کی آوازیں نہ سنے۔ ان کے حسن کے قصے نہ سنے ۔ یہ طریق پاک نظراور پاک دل رہنے کیلئے عمدہ طریق ہے۔ایسا ہی ایماندارعورتوں کو کہدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اوراپنے کانوں کوبھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پرشہوات آوازیں نہ سنیں اوراپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اوراپنی زینت کے اعضاء کوکسی غیرمحرم پر نہ کھولیں اوراپنی اوڑھنی کواس طرح سر پرلیں کہ گریبان سے ہوکرسر پرآجائے یعنی گریبان اوردونوں کان اورسراور کنپٹیاں سب چادر کے پردے میں رہیں اوراپنے پیروں کوزمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچاسکتی ہے۔

اور دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچاوے اورلغزشوں سے نجات دے۔ زنا کے قریب نہ جاؤ ۔یعنی ایسی تقریبوں سے دوررہوجن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوسکتا ہے اوران راہوں کواختیار نہ کروجن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو۔ جوزنا کرتا ہے وہ بدی کوانتہا

کھلے طور پر سے نہ دیکھیں جوشہوت کومحل ہوسکتی ہوں اور ایسے موقع پر نگاہ کو پست رکھیں اور اپنی ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں (ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بے گانے کے گانے بجانے اورخوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں۔ان کے حسن کے قصے نہ سنیں جیسا دوسری نصوص میں ہے) یہ طریق نظراوردل کے پاک رہنے کیلئے عمدہ طریق ہے۔ایسا ہی ایماندارعورتوں کو کہدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کونامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں (نیز ان کی پرشہوات آوازیں نہ سنیں جیسا دوسری نصوص میں ہے) اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اوراپنی زینت کے اعضاء کوکسی غیرمحرم پر نہ کھولیں اوراپنی اوڑھنی کواس طرح سر پرلیں کہ گریبان سے ہوکرسر پرآجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اورسراورکنپٹیاں سب چادر کے پردے میں رہیں اوراپنے پیروں کوزمین پر (ناچنے والیوں کی طرح) نہ ماریں (یہ وہ تدبیر ہے کہ جس کی پابندی ٹھوکر سے بچاسکتی ہے)۔

اور (دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ) خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرو (اوراس سے دعا کروتا کہ ٹھوکر سے بچاوےاورلغزشوں سےنجات دے)۔زنا کے قریب مت جاؤ یعنی ایسی تقریبوں سے دوررہوجن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوسکتا ہےاوران راہوں کواختیار نہ کروجن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو زنا کرنا نہایت درجہ کی

تک پہنچا دیتا ہے ۔ زنا کی راہ بہت بری ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لیے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے ۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور لوگوں نے یہ طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عملاً نکاح سے دست بردار رہیں یا خوجیں بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کیے اسی لیے وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نبھا نہ سکے ۔ خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ عضو مردمی کاٹ دیں تو یہ در پردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے یہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا مدار اس بات میں ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدائے تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو ثواب حاصل کرے پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا ۔ ثواب کو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے یعنی جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی ؟ اس

بے حیائی ہے زنا کی راہ بہت بری ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری اخروی منزل کے لیے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنے تئیں دوسرے طریقوں سے بچاوے ۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور ان لوگوں نے یہ طریق نکالے تھے کہ وہ ہمیشہ عمدہ نکاح وغیرہ سے دست بردار رہے یا خوجے (مخنث) بن گئے یا اور کسی طریق سے انہوں نے رہبانیت اختیار کی مگر ہم نے ان پر یہ حکم فرض نہیں کیا اور پھر وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نباہ نہ سکے خدا تعالیٰ کے قول کے عموم میں یہ مضمون کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا اور سب لوگ اس پر عمل کرتے ہوتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو چکتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنا ہو کہ عضو مردمی کو کاٹ دیا جاوے یہ در پردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے یہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار تو اس بات پر ہے کہ قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ممانعت کی جگہ اس قوت کے جذبات کا مقابلہ کر کے اور اجازت کی جگہ اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے اور جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اس کو کیا ثواب ملے گا ؟ کیا بچے کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے ۔

کو کیا ثواب ملے گا ؟ کیا بچے کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لیے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کے لیے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا کانوں کو نامحرم کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سننا اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور نہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا۔ یہی ہے کہ اس کے جذباتِ شہوت محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے۔ یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا بکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان تمام زینتوں پر نظر ڈالیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا

ان آیات میں مع دیگر نصوص کے خدا تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لیے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کے لیے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سننا اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں کہ اس فعل بد کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا اور اگر نکاح نہ ہو سکے تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام ہی سے خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوت کا منبع ہے۔ جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا۔ ایسی ہے کہ اس کے جذبات محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا اگر باز بھی رہ سکے تاہم سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا بکلف دیکھ تو لیا کریں اور ان تمام زینتوں پر نظر بھی ڈال لیں اور ان کے تمام ناز انداز ناچنا وغیرہ بھی مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں۔ اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں۔ بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی

بجانا سن لیں۔اوران کےحسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں ۔بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اوران کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں ۔ نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک خیال سے۔بلکہ ہمیں چاہیے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تاٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔سو چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لیے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔اس میں کیا شک ہے کہ بےقیدی ٹھوکر کا موجب ہوجاتی ہے اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھدیں اور پھر ہم امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آئے جس سے بد خطرات جنبش کرسکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے ۔خدا تعالیٰ کی کتاب میں پردہ سے مراد یہ نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی حراست میں رکھا جائے۔یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت

زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے۔اوران کی خوش الحانی کی آوازیں اوران کےحسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے ۔ بلکہ ہمیں چاہیے کہ ان کے سننے اور دیکھنے ہی سے ایسی نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تاکہ ٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔سو چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لیے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔اس میں کیا شک ہے کہ بےقیدی ضرور گناہ کا موجب ہوجاتی ہے اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھدیں اور پھر ہم امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔سو خدا نے چاہا نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کاروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی تقریب پیش نہ آوے جس سے یہ خطرات جنبش کرسکیں۔

اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے۔اس کو نہیں چاہیے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لیے اس تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت

کی بھلائی ہے۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا۔ اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے۔اس کو نہیں چاہیے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے اور بلکہ اس کے لیے اس تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آ جائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔

﴿ اسلامی اصول کی فلاسفی ، صفحہ ۴۵ تا ۴۹ ﴾

میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۱۶۶ تا ۱۶۹



مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ”کشتی نوح“ میں پنج وقتہ نمازوں کے اوقات کے تعین کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا مولانا تھانوی نے اس کے من وعن نقل اپنی مذکورہ بالا کتاب میں کی۔

ظہر کے وقت کے بارے میں ملاحظہ کیجئے :

مرزا قادیانی

پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری

مولوی تھانوی

پہلے جب کہ تم مطلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ

ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔ جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے

جاری ہوا۔ یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوش حالی میں خلل ڈالا۔ سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی کے زوال کے مقدور ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی۔ جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

اور عصر کے بارے میں دونوں رقمطراز ہیں :

مرزا قادیانی

دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب کہ بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے۔ اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے ۔اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

مولوی تھانوی

دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جب کہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ سو یہ حالت تمہاری اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے۔ اور نظر اس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ جس سے اپنے کمالات کے زوال کے احتمال قریب پر استدلال کرنا چاہئے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی ہے۔

اور نماز مغرب کے بارے میں دونوں کی یک رنگی ملاحظہ فرمائیے :

مرزا قادیانی

تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً تمہارے نام فرد قرار دادِ جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کیلئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام ہوسنا کی کی امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

مولوی تھانوی

تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً تمہارے نام فرد قرار دادِ جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کیلئے گذر جاتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام ہوسنا کی کی امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالتے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

اب عشاء کی نماز کے بارے میں دونوں کی رائے ملاحظہ کیجئے :

مرزا قادیانی

چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جب فرد قرار دادِ جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے۔ جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

مولوی تھانوی

چوتھا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جب فرد قرار دادِ جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنا دیا جاتا ہے اور قید کیلئے ایک پولیس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو۔ سو یہ حالت اس حالت سے مشابہ ہے۔ جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

اب نماز فجر کے بارے میں دونوں کی تحریریں ملاحظہ کیجئے :

مرزا قادیانی

پھر کہ جب تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہوتو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہوجاتی ہے ۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر فجر کی نماز مقرر ہے۔

﴿ کشتی نوح ، صفحہ ۶۳ تا ۶۵ ﴾

مولوی تھانوی

پھر کہ جب تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہوتو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے۔ اور تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہوجاتی ہے۔ سو اس روحانی حالت کے مقابل پر فجر کی نماز مقرر ہے۔

﴿المصالح العقلیۃ للاحکام العقلیۃ صفحہ ۷۳تا۷۵ ﴾

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب '' آریہ دھرم '' میں اسلامی نکاح کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے۔ مولانا تھانوی نے '' نقل مطابق اصل '' کے محاورے کے مطابق بالکل مطابق ہی لکھا ہے۔ دونوں کا کلام سامنے ہے اصل اور نقل کی تمیز کرنا قارئین کا کام ہے۔

مرزا قادیانی

مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان ونفقہ اور اسلام اور حسنِ معاشرت شرط ہے ۔ اور عورت کی طرف سے عفت و پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری شرائط ضروریہ میں سے ہے اور جیسا کہ دوسرا تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابلِ فسخ ہوجاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے

مولوی تھانوی

مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان ونفقہ اور اسلام اور حسنِ معاشرت شرط ہے ۔ اور عورت کی طرف سے عفت و پاکدامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری شرائط ضروریہ میں سے ہے اور جیسا کہ دوسرا تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابلِ فسخ ہوجاتے ہیں۔ ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے

کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے ۔صرف فرق یہ ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ جود بخود نکاح کی مجاز نہیں بلکہ حکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ۔ ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے ۔سو یہ قانون فطرتی قانون سے ایسی مناسبت رکھتا ہے گویا کہ اس کی عکسی تصویر ہے ۔ کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدانِ شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کی زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے ۔ اور محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے ۔لہذ اطلاق ایک پوری جدائی ہے ۔ جس سے مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر نہیں پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ

کے بعد قابل فسخ ہو جاتا ہے ۔صرف فرق یہ ہے کہ اگر مرد کی طرف سے شرائط ٹوٹ جائیں تو عورت خود بخود نکاح توڑنے کی مجاز نہیں ہے جیسا کہ وہ جود بخود نکاح کی مجاز نہیں بلکہ حکم وقت کے ذریعہ سے نکاح کو توڑ سکتی ہے اور یہ کمی اختیار اس کی فطرتی شتاب کاری اور نقصان عقل کی وجہ سے ہے لیکن مرد جیسا کہ اپنے اختیار سے معاہدہ نکاح کا باندھ سکتا ہے ۔ ایسا ہی عورت کی طرف سے شرائط ٹوٹنے کے وقت طلاق دینے میں بھی خود مختار ہے ۔سو یہ قانون فطرتی قانون سے ایسی مناسبت رکھتا ہے گویا کہ اس کی عکسی تصویر ہے ۔ کیونکہ فطرتی قانون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک معاہدہ شرائط قرار دادہ کے فوت ہونے سے قابل فسخ ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو جاتا ہے اور اگر فریق ثانی فسخ سے مانع ہو تو وہ اس فریق پر ظلم کر رہا ہے جو فقدانِ شرائط کی وجہ سے فسخ عہد کا حق رکھتا ہے جب ہم سوچیں کہ نکاح کیا چیز ہے تو بجز اس کے اور کوئی حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ایک پاک معاہدہ کی شرائط کے نیچے دو انسانوں کی زندگی بسر کرنا ہے اور جو شخص شرائط شکنی کا مرتکب ہو وہ عدالت کی رو سے معاہدہ کے حقوق سے محروم رہنے کے لائق ہو جاتا ہے ۔ اور محرومی کا نام دوسرے لفظوں میں طلاق ہے ۔لہذ اطلاق ایک پوری جدائی ہے ۔ جس سے مطلقہ کی حرکات سے شخص طلاق دہندہ پر کوئی بد اثر نہیں پہنچتا یا دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ

ایک عورت کسی کی منکوحہ ہوکر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بد
چلنی سے توڑ دے تو وہ عضو کی طرح ہے جس کو کیڑے نے
کھالیا اور نہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا
اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں مہ دانت نہیں ہے اور نہ
وہ متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے
کہ اس کو اکھیڑ دیا جائے یہ سب کاروائی قانونِ قدرت کے
موافق ہے عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں جیسے اپنے ہاتھ
اور پیر کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کسی ایسی آفت میں
مبتلا ہو جائے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اس پر اتفاق
کرے کہ زندگی اس کی کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں
سے کون ہے کہ ایک جان بچانے کیلئے کاٹ دینے پر راضی
نہ ہو۔ پس ایسا ہی اگر تیری منکوحہ اپنی بد چلنی اور کسی مہاں
پاپ سے تیرے پر وبال لائے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا
اور سڑ گیا اور اب وہ تیرا عضو نہیں ہے۔ اس کو جلد کاٹ
دے اور گھر سے باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کہ اس کی زہر
تیرے سارے بدن میں پہنچ جائے اور تجھے ہلاک کرے۔
پھر اگر اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرند یا درند کھا
لے تو تجھے اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اسی وقت سے تیرا
جسم نہیں رہا جب کہ تو نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

﴿ آریہ دھرم ، صفحہ ۳۲ تا ۳۳ ﴾

ایک عورت کسی کی منکوحہ ہوکر نکاح کے معاہدہ کو کسی اپنی بد
چلنی سے توڑ دے تو وہ عضو کی طرح ہے جس کو کیڑے نے
کھالیا اور نہ اپنے شدید درد سے ہر وقت تمام بدن کو ستاتا
اور دکھ دیتا ہے تو اب حقیقت میں مہ دانت نہیں ہے اور نہ وہ
متعفن عضو حقیقت میں عضو ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ
اس کو اکھیڑ دیا جائے یہ سب کاروائی قانونِ قدرت کے
موافق ہے عورت کا مرد سے ایسا تعلق نہیں جیسے اپنے ہاتھ
اور پیر کا لیکن تاہم اگر کسی کا ہاتھ یا پیر کسی ایسی آفت میں
مبتلا ہو جائے کہ اطباء اور ڈاکٹروں کی رائے اس پر اتفاق
کرے کہ زندگی اس کی کاٹ دینے میں ہے تو بھلا تم میں
سے کون ہے کہ ایک جان بچانے کیلئے کاٹ دینے پر راضی
نہ ہو۔ پس ایسا ہی اگر تیری منکوحہ اپنی بد چلنی اور کسی مہاں
پاپ سے تیرے پر وبال لائے تو وہ ایسا عضو ہے کہ بگڑ گیا
اور سڑ گیا اور اب وہ تیرا عضو نہیں ہے۔ اس کو جلد کاٹ دے
اور گھر سے باہر پھینک دے ایسا نہ ہو کہ اس کی زہر تیرے
سارے بدن میں پہنچ جائے اور تجھے ہلاک کرے۔ پھر اگر
اس کاٹے ہوئے اور زہریلے جسم کو کوئی پرند یا درند کھا لے تو
تجھے اس سے کیا کام کیونکہ وہ جسم تو اسی وقت سے تیرا جسم
نہیں رہا جب کہ تو نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۲۱۸ تا ۲۱۹


مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''نسیمِ دعوت'' میں اسلام کا فلسفہٗ اخلاق بیان کرتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مقتدر عالم مولانا تھانوی نے دیوبند مکتبہ فکر کی تعلیم وتربیت کیلئے من وعن نقل کردیا۔ ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی

انسان کی فطرت پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں تا کہ وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضا محل اور موقع کے ان قویٰ کو استعمال کرے۔ مثلاً انسان میں منجملہ اور خلقوں کے ایک خلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے اور دوسرا خلق شیر کی فطرت سے مشابہ ہے۔ پس خدائے تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر ہی بن جائے اور جیسا کہ وہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے۔ یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر دم کھاتا ہی رہے۔ یا ہمیشہ کھانے سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں۔ اس کو لغو سمجھے اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب بھی رکھی اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنی فطرت میں سے بکلی کاٹ کر پھینک دیا جائے

مولوی تھانوی

انسان کی فطرت پر نظر کر کے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مختلف قویٰ اس غرض سے دیئے گئے ہیں تا کہ وہ مختلف وقتوں میں حسب تقاضائے محل اور موقع قویٰ کو استعمال کرے گا انسان میں منجملہ اور خلقوں کے ایک خلق بکری کی فطرت سے مشابہ ہے اور دوسرا خلق شیر کی صفت سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ انسان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ بکری بننے کے محل میں بکری بن جائے اور شیر بننے کے محل میں وہ شیر بن جائے اور خدا تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ہر وقت ہر محل میں بکری ہی بنا رہے اور نہ یہ کہ ہر جگہ وہ شیر ہی بنا رہے اور جیسا کہ وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہر وقت انسان سوتا ہی رہے۔ یا ہر وقت جاگتا ہی رہے یا ہر وقت کھاتا ہی رہے۔ یا ہمیشہ سے منہ بند رکھے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ انسان اپنی اندرونی قوتوں میں سے صرف ایک قوت پر زور ڈال دے اور دوسری قوتیں جو خدا کی طرف سے اس کو ملی ہیں۔ اس کو لغو سمجھے اگر انسان میں خدا نے ایک قوت حلم اور نرمی اور درگزر اور صبر کی رکھی ہے تو اسی خدا نے اس میں ایک قوتِ غضب اور خواہش انتقام کی بھی رکھی ہے پس کیا مناسب ہے کہ ایک خداداد قوت کو تو حد سے زیادہ استعمال

اس سے تو خدا پر اعتراض آتا ہے کہ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں کہ جو استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد ہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں ہے بلکہ ان کی بداستعمال بری ہے۔بس میں ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔علاوہ اس کے دعویٰ تو ایسی تعلیم کا ہے کہ ایک طرف طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دیں مگر اس دعویٰ کے موافق عمل نہیں ہے۔مثلاً ایک پادری صاحب کو کوئی طمانچہ مار کر دیکھے کہ پھر عدالت کے ذریعہ سے وہ کیا کاروائی کراتے ہیں۔ پس یہ تعلیم کس کام کی ہے۔جس پر نہ عدالتیں چل سکتی ہیں نہ پادری چل سکتے ہیں۔اصل تعلیم قرآن شریف کی ہے جو حکمت اور موقعہ شناسی پر مبنی ہے مثلاً انجیل نے تو یہ کہا کہ ہر وقت تم لوگوں کے طمانچے کھاؤ اور کسی حالت میں شر کا مقابلہ نہ کرو مگر قرآن شریف اس کی مقابل پر یہ کہتا ہے۔

جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علی الله یعنی اگر کوئی تمہیں دکھ پہنچادے مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کی سزا اسی قدر بدی ہے جو اس نے کی لیکن اگر تم ایسی صورت میں گناہ معاف کر دو کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی اصلاح ہو سکے یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آجائے تو اس صورت میں معاف کرنا بھی بہتر ہے اور اس معاف کیا جائے اور دوسری قوت کو اپنی فطرت میں سے بکلی کاٹ کر پھینک دیا جائے اس سے تو خدا پر اعتراض آتا ہے کہ گویا اس نے بعض قوتیں انسان کو ایسی دی ہیں جو استعمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ مختلف قوتیں اسی نے تو انسان میں پیدا کی ہیں۔ پس یاد ہے کہ انسان میں کوئی بھی قوت بری نہیں بلکہ ان کی بد استعمال بری ہے۔قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے **جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علی الله** (یعنی تو اگر تمہیں کوئی) دکھ (پہنچادے مثلاً دانت توڑ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس) کی سزا اسی قدر بد ہے جو اس نے کی ۔(لیکن اگر تم ایسی صورت میں) گناہ معاف کردو (کہ اس معافی کا کوئی نیک نتیجہ پیدا ہو اور اس سے کوئی) اصلاح ہو سکے (یعنی مثلاً مجرم آئندہ اس عادت سے باز آجائے) تو (اس صورت میں معاف کرنا ہی بہتر ہے اور) اس معاف کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔

اس آیت میں دونوں پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے اور عفو اور انتقام کو مصلحتِ وقت سے وابستہ کر دیا ہے سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظام عالم چل رہا ہے رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا ہی عقلمندی ہے جیسا تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے ۔ بلکہ حسب موقع گرم اور سرد غذائیں

کرنے کا خدا سے اجر ملے گا۔
اب دیکھو اس آیت میں دونوں پہلو کی رعایت رکھی گئی ہے اور عفو اور انتقام کو مصلحتِ وقت سے وابستہ کر دیا گیا سو یہی حکیمانہ مسلک ہے جس پر نظام عالم چل رہا ہے رعایت محل اور وقت سے گرم اور سرد دونوں کا استعمال کرنا ہی عقلمندی ہے جیسا تم دیکھتے ہو کہ ہم ایک ہی قسم کی غذا پر ہمیشہ زور نہیں ڈال سکتے ۔ بلکہ حسب موقع گرم اور سرد غذائیں بدلتے رہتے ہیں اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی بدلتے رہتے ہیں ۔ پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے ایک وقت رعب دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے۔ اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب

﴿ نسیمِ دعوت ، صفحہ ۷۱ تا ۷۲ ﴾

بدلتے رہتے ہیں اور جاڑے اور گرمی کے وقتوں میں کپڑے بھی بدلتے رہتے ہیں۔
پس اسی طرح ہماری اخلاقی حالت بھی حسب موقع تبدیلی کو چاہتی ہے۔ ایک وقت رعب دکھلانے کا مقام ہوتا ہے وہاں نرمی اور درگزر سے کام بگڑتا ہے اور دوسرے وقت نرمی اور تواضع کا موقع ہوتا ہے۔ اور وہاں رعب دکھلانا سفلہ پن سمجھا جاتا ہے۔ غرض ہر ایک وقت اور ہر ایک مقام ایک بات کو چاہتا ہے۔ پس جو شخص رعایت مصالح اوقات نہیں کرتا وہ حیوان ہے نہ انسان اور وہ وحشی ہے نہ مہذب

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۵ ﴾

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ” برکاتِ دعا “ میں ” حقیقتِ دعا و قضاء “ بیان کرتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے۔
دار العلوم دیوبند کے مقتدر عالم مولانا تھانوی نے دیوبند مکتبہ فکر کی تعلیم و تربیت کیلئے من و عن نقل کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی

مولوی تھانوی

اگر دنیا کی کوئی خیر وشر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت نے اس کے حصول کے لیے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگر چہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا در حقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا۔مگر کیا سید صاحب (سر سید احمد خان) یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دعاؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا ؟ پھر اگر سید صاحب باوجود ایمان بالتقدیر کے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر کیوں خدا تعالیٰ کے یکسان اور متشابہ قانون میں فتنہ اور تفریق ڈالتے ہیں ؟ کیا سید صاحب کا یہ مذہب ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ تربد اور سقمونیا اور سناء اور حب الملوک میں تو ایسا فوری اثر رکھ دے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جائیں یا مثلاً سم الفار اور بیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ ان کا کامل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہاں سے رخصت کر دے لیکن اپنے برگزیدوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو ؟ کیا یہ ممکن ہے کہ نظام الٰہی میں اختلاف ہو اور وہ ارادہ جو خدا تعالیٰ نے دواؤں میں اپنے بندے کی بھلائی کے لیے کیا تھا وہ دعاؤں میں مرعی نہ ہو ؟ نہیں

اگر چہ دنیا کی کوئی خیر وشر مقدر سے خالی نہیں تاہم قدرت الٰہیہ نے اس کے حصول کے لیے ایسے اسباب مقرر کر رکھے ہیں جن کے صحیح اور سچے اثر میں کسی عقلمند کو کلام نہیں مثلاً اگر چہ مقدر پر لحاظ کر کے دوا کا کرنا نہ کرنا در حقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ دعا یا ترک دعا۔مگر کیا کوئی یہ رائے ظاہر کر سکتا ہے کہ مثلاً علم طب سراسر باطل ہے اور حکیم حقیقی نے دواؤں میں کچھ بھی اثر نہیں رکھا پھر اگر سید صاحب باوجود ایمان بالتقدیر کے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ دوائیں بھی اثر سے خالی نہیں تو پھر جب خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے اور اس قدرت کا ظہور بھی اس نے کر دیا کہ تربد اور سقمونیا اور سناء اور حب الملوک میں تو ایسا قوی اثر رکھے کہ ان کی پوری خوراک کھانے کے ساتھ ہی دست چھوٹ جاتے ہیں یا مثلاً سم الفار اور بلیش اور دوسری ہلاہل زہروں میں وہ غضب کی تاثیر ڈال دی کہ ان کا قابل قدر شربت چند منٹوں میں ہی اس جہاں سے رخصت کر دے تو پھر کیونکہ یہ احتمال کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی توجہ اور عقد ہمت اور تضرع کی بھری ہوئی دعاؤں کو فقط مردہ کی طرح رہنے دے جن میں ایک ذرہ بھی اثر نہ ہو جو شخص دواؤں کی اعلیٰ تاثیروں پر ذاتی تجربہ نہ رکھتا ہو اور استجابت دعا کا قائل نہ ہو اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پورانی اور سالخوردہ اور مسلوب القویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھر اس کو بے اثر پا کر اس دوا پر عام

نہیں ! ہرگزنہیں ! بلکہ خودسید صاحب دعاؤں کی حقیقی فلاسفی سے بےخبر ہیں اوران کی اعلیٰ تاثیروں پرذاتی تجربہ نہیں رکھتے اوران کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ایک مدت تک ایک پورانی اور خال خوردہ اور مسلوب قویٰ دوا کو استعمال کرے اور پھراس کو بےاثر پاکراس دوا پرعام حکم لگا دے کہ اس میں کچھ بھی تاثیرنہیں۔

﴿ برکاتِ دعا ، صفحہ ۷ تا ۸ ﴾

حکم لگادے کہ اسمیں کچھ بھی تاثیرنہیں۔

﴿ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ ، صفحہ ۴۸ ﴾

آگے لکھتا ہے اسی بحث پر :

مرزا قادیانی

میں کہتا ہوں کہ یہی حال دواؤں کا بھی ہے ۔ کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کردیا ہے یا ان کا خطا جانا غیرممکن ہے ؟ مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی ان کی تاثیر سے انکار کرسکتا ہے ؟ یہ سچ ہے کہ ہر ایک امر پر تقدیر محیط ہو رہی ہے مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بے حرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بےاعتبار کرکے دکھلایا بلکہ اگرغور کرکے دیکھو تو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے باہرنہیں ہیں مثلاً اگر ایک بیمار کی تقدیر نیک ہو اسباب تقدیر علاج پورے طور پرمیسر آجاتے ہیں اورجسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ ان سے نفع اٹھانے کے

مولوی تھانوی

ہم کہتے ہیں یہی حال دواؤں کا بھی ہے۔کیا دواؤں نے موت کا دروازہ بند کردیا ہے یا ان کا خطا جانا غیرممکن ہے مگر کیا باوجود اس بات کے کوئی ان کی تاثیر سے انکار کرسکتا ہے یہ سچ ہے کہ ہرایک امر پرتقدیرمحیط ہورہی ہے مگر تقدیر نے علوم کو ضائع اور بےحرمت نہیں کیا اور نہ اسباب کو بےاعتبار کرکے دکھلایا بلکہ اگرغور کرکے دیکھوتو یہ جسمانی اور روحانی اسباب بھی تقدیر سے جدانہیں ہیں مثلاً اگر بیمار کی تقدیر موافق ہوتو اسباب علاج پورے طور پرمیسر آجاتے ہیں اورجسم کی حالت بھی ایسے درجہ پر ہوتی ہے کہ وہ ان سے نفع اٹھانے کے لئے مستعد ہوتا ہے تب دوانشانہ

لیے مستعد ہوتا ہے۔ تب دوا نشانہ کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دعا کا ہے یعنی دعا کے لیے بھی تمام اسباب وشرائط اسی جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ الٰہی اس کے قبول کرنے کا ہے۔

﴿ برکاتِ دعا ، صفحہ ۱۱ تا ۱۲ ﴾

کی طرح جا کر اثر کرتی ہے۔ یہی قاعدہ دعا کا ہے یعنی دعا کے لیے بھی تمام اسباب وشرائط قبولیت اس جگہ جمع ہوتے ہیں جہاں ارادہ بھی اس کے قبول کرنے کا ہے۔

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۸۴۔۸۵ ﴾

"قبور سے تعلق ارواح"

مرزا قادیانی

اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ارواح کے تعلقِ قبور کے متعلق احادیث رسول ﷺ میں آیا ہے وہ بالکل سچ اور درست ہے۔ ہاں یہ دوسرا امر ہے اس کے تعلق کی کیفیت اور کنہ کیا ہے ؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ہمارا فرض ہوسکتا ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ اس قسم کا تعلق قبور کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے اور اس میں کوئی محال عقل لازم نہیں آتا۔ اور اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں۔ درحقیقت یہ امر اسی قسم کا ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے اور اس کو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ حقائق الاشیاء معلوم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں بعض خواص آنکھ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور بعض صداقتوں کا پتہ

مولوی تھانوی

ارواح کا تعلق قبور سے بھی ہوتا ہے اور اس میں کوئی محال عقل لازم نہیں آتا اور اس کے لیے کہ عقل اس کو دریافت نہ کر سکے ہم خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں وہ یہ کہ حقائق الاشیائکے معلوم کرنے کے اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور کی حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے اور بعض خواص آنکھ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں اور بعض حقائق کا پتہ صرف کان لگاتے ہیں اور بعض ایسے امور ہیں کہ حسِ مشترک کے ذریعے سے اس کا سراغ چلتا ہے اور کتنے ہی حقائق ہیں کہ وہ مرکز قویٰ یعنی دل سے معلوم ہوتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے حقائق معلوم کرنے کے لیے مختلف طریق اور ذریعے رکھے ہیں مثلاً مصری کی ایک ڈلی کو اگر کانوں پر رکھیں تو وہ اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے

صرف کان لگا تا ہے اور بعض ایسی ہیں کہ حسِ مشترک سے ان کا سراغ چلتا ہے اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکز قویٰ یعنی دل سے محروم ہوتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے صداقت کے معلوم کرنے کے لیے مختلف طریق اور ذریعے رکھے ہیں مثلاً مصری کی ایک ڈلی کو اگر کان پر رکھیں تو وہ اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے اور نہ اس کا رنگ بتا سکیں گے۔ ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کریں گے تو وہ اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکے گی۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الشیاء کے معلوم کرنے کے لیے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں۔ اب آنکھ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنا ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو تو کیا ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں۔ یا آواز نکلتی ہو اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں تو کب ممکن ہے۔ آجکل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہ بڑا دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے کسی صداقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ روز مرہ کے کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں۔ سقہ پانی پلاتا ہے۔ دھوبی کپڑے صاف کرتا ہے۔ باورچی کھانا پکاتا ہے۔ غرضیکہ تقسیم محنت کا سلسلہ ہم انسان کے خود ساختہ نظام میں بھی پاتے ہیں۔ پس اس اصل کو یاد رکھو کہ مختلف قوتوں کے مختلف کام ہیں۔ انسان بڑے قویٰ لے کر آیا ہے اور طرح طرح خدمتیں اس کی تکمیل کے لیے ہر ایک قوت کے

اور نہ اس کا رنگ بتا سکیں گے۔ ایسا ہی اگر اس کو آنکھوں کے سامنے کریں گے تب بھی اس کے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکیں گے اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے کے لیے مختلف قویٰ اور طاقتیں ہیں اب آنکھ سے اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرتا ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو اور ذائقہ کا اس سے ادراک نہ ہو تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ نہیں یا کوئی آواز نکلتی ہو مگر ہم کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں تو کب ممکن ہو سکتا ہے۔ آجکل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہ بڑا دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ اپنے علم کی وجہ سے کسی حقیقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ روز مرہ کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ یہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں۔ سقہ پانی پلاتا ہے۔ دھوبی کپڑے دھوتا ہے۔ غرضکہ تقسیم محنت کا سلسلہ ہم خود انسان کے نظام میں بھی پاتے ہیں اس اصل کو یاد رکھو کہ مختلف قوتوں کے مختلف کام ہیں۔ انسان مختلف قویٰ لے کر آیا ہے اور مختلف خدمتیں جدا جدا قوت کے سپرد ہیں۔ نادان فلسفی ہر ایک بات کا فیصلہ اپنی عقل خاص سے چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ محض غلط ہے تاریخی امور تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیح کے کیونکر لگ سکتا ہے۔ امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔ اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے

سپرد ہیں ۔نادان فلسفی ہر بات کا فیصلہ اپنی عقل خام سے چاہتا ہے۔حالانکہ یہ بات غلط محض ہے تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی ۔اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں ۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر حقائق الاشیاء کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔میں اس اصول کی صداقت پر زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ ذرا سے فکر سے یہ بات خوب سمجھ میں آ جاتی ہے اور روزمرہ ہم ان باتوں کی سچائی دیکھتے ہیں ۔ پس جب روح جسم سے مفارقت کرتی ہے یہ تعلق پکڑتی ہے تو ان باتوں کا فیصلہ عقل سے نہیں ہوسکتا۔اگر ایسا ہوتا تو فلسفی اور حکماء ضلالت میں مبتلا نہ ہوتے۔اسی طرح قبور کے ساتھ جو تعلقِ ارواح کا ہوتا ہے۔یہ ایک صداقت تو ہے مگر اس کا پتہ دینا اس کی آنکھ کا کام نہیں۔یہ کشفی آنکھ کا کام ہے کہ وہ دکھلائی ہے۔ اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل کا پتلا اتنا ہی بتلائے کہ روح کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں اور ہزار ہا فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں جو منکر ہیں ۔اگر نری عقل کا یہ کام تھا تو پھر اختلاف کا کیا کام ؟ کیونکہ جب آنکھ کا کام دیکھنا ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھ تو سفید چیز کو دیکھے اور بکر کی ویسی ہی

معلوم کرنے سے اسی وقت محروم ہو جاتا ہے جبکہ کہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے ۔ ذرا سی فکر سے یہ بات خوب سمجھ میں آ جاتی ہے اور روزمرہ ہم ان باتوں کو دیکھتے ہیں ۔

پس جس طرح روح کے جسم سے مفارقت کرنے یا تعلق پکڑنے کا فیصلہ عقل سے نہیں ہوسکتا۔اگر ایسا ہوتا تو فلسفی اور حکماء اس بات میں ضلالت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اسی طرح پر قبور کے ساتھ جو تعلقِ ارواح کا ہوتا ہے۔ یہ ایک امر واقعی تو ہے مگر اس کا پتہ دینا اس آنکھ کا کام نہیں۔ یہ کشفی آنکھ کا کام ہے اگر عقل محض سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل سے اس کا ہی پتہ لگا لے کہ روح کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ ہزار ہا اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں اور ہزار ہا فلاسفر دہریہ میں موجود ہیں جو اسی کے منکر ہیں ۔اگر نری عقل کا یہ کام تھا تو اس میں اختلاف کا کیا سبب کیونکہ جب آنکھ کا کام دیکھنا ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھ تو ایک چیز کو دیکھتی ہے اور بکر کی ویسی ہی آنکھ اس چیز کو نہ دیکھے۔

پس جب نری عقل روح کا وجود بھی یقینی طور پر نہیں بتا سکتی تو اس کی کیفیت اور تعلقات کا علم تو کیا بتاوے گی ۔ یہ تفاسیر روح کے وجود اور اس کے تعلق وغیرہ کی چشمۂ نبوت سے لے کر کچھ لکھا ہے۔پس یہ امر کہ ارواح کا قبور کے تعلق ہوتا ہے ، اس چشم سے لینا چاہیے جس کو کسی قدر کشفی آنکھ نے

آنکھ اس سفید چیز کا ذائقہ بتائے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ برمی عقل روح کا وجود بھی یقینی طور پر نہیں بتلا سکتی۔ چہ جائیکہ اس کی کیفیت اور تعلقات کا علم پیدا کر سکے۔ فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں اور وہ روح فی الخارج ان کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تفاسیر روح کے وجود اور اس کے تعلق وغیرہ کی چشمۂ نبوت سے ملی ہیں اور نرے عقل والے تو دعویٰ ہی نہیں کر سکتے اگر کہو کہ بعض فلاسفروں نے کچھ لکھا ہے تو یاد رکھو کہ انہوں نے منقولی طور پر چشمۂ نبوت سے کچھ لے کر کہا ہے۔ پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ روح کے متعلق علوم چشمۂ نبوت سے ملتے ہیں تو یہ امر کہ روح کا قبور سے تعلق ہوتا ہے ، اسی چشم سے دیکھنا چاہیے اور کشفی آنکھ نے بتلایا ہے کہ اس تودہ خاک سے روح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اهل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے۔ پس جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشفِ قبور ہوسکتا ہے وہ ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔

ہم ایک بات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک نمک کی ڈلی اور ایک مصری کی ڈلی رکھی ہو۔ اب عقل محض ان پر کیا فتویٰ دے سکے گی۔ ہاں اگر ان کو چکھیں گے تو جداگانہ مزوں سے ملعوم ہو جاوے گا کہ یہ نمک ہے اور وہ مصری ہے لیکن اگر حسِ انسان ہی نہیں تو نمکین اور شیریں کا فیصلہ کوئی کیا کرے گا ؟ پس ہمارا کام صرف دلائل سے سمجھا

بھی بتلایا ہے کہ اس تودہ خاک سے ارواح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اهل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے۔ جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشفِ قبور ہوتا ہے تو وہ ان تعلقات سے دیکھ سکتا ہے۔
ہم ایک اور بات کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک نمک کی ڈلی اور ایک مصری کی ڈلی رکھی۔ اب عقل محض ان پر کیا فتویٰ دے سکے گی۔ ہاں اگر ان کو چکھیں گے تو جداگانہ مزوں سے ملعوم ہو جائے کہ یہ نمک ہے اور وہ مصری ہے لیکن اگر حسِ لسان ہے نہیں تو نمکین اور شیریں کا وہ فیصلہ کرے گا پس جس طرح آفتاب کے چڑھنے میں ایک اندھے کے انکار سے فرق نہین آسکتا اور ایک مسلوب العقل کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اٹھانے سے اس کا ابطال نہیں ہوسکتا اسی طرح پر اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا تو وہ اس تعلق روح کو کیونکر دیکھ سکتا ہے۔ پس اس کے انکار سے محض اس لئے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا اس کا انکار جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی باتوں کا پتہ عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا اللہ تعالیٰ نے اسی لئے انسان کو مختلف قویٰ دیئے ہیں۔ اگر ایک ہی سب کام دیتا تو پھر اس قدر قویٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ جن میں بعض قویٰ کا تعلق آنکھ سے ہے اور بعض کا کان سے بعض زبان سے متعلق ہیں اور بعض ناک سے۔ اسی طرح مختلف قسم کی حسّیں انسان رکھتا ہے۔ سو قبور کے ساتھ تعلق ارواح کے دیکھنے

دینا ہے۔آفتاب کے چڑھنے میں جیسے ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آسکتا اور ایک مسلوب القوۃ کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اٹھانے سے ان کا ابطال نہیں ہوسکتا۔اسی طرح اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا تو وہ اس تعلق ارواح کو کیونکر دیکھ رسکتا ہے ؟ پس اس کے انکار سے محض اس لیے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا۔اس کا انکار جائز نہیں ہے ایسی باتوں کا پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھ نہیں لگتا۔اللہ تعالیٰ نے اس لیے انسان کو مختلف قویٰ دیئے ہیں۔اگر ایک ہی سب کام دیتا تو پھر اس طرح قویٰ کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ بعض کا تعلق آنکھ سے ہے اور بعض کا کان سے بعض زبان سے متعلق ہیں اور بعض ناک سے۔مختلف قسم کی حسّیں انسان رکھتا ہے۔قبور کے ساتھ تعلق ارواح کے دیکھنے کے لیے کشفی قوت اور حس کی ضرورت ہے اگر کوئی کہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔تو وہ غلط کہتا ہے۔انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد کروڑ ہا اولیاء وصلحاء کا سلسلہ دنیا میں گزرا ہے اور مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ ہو گزرے ہیں اور وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں گو اس کی اصلیت اور تعلقات کی وجہ عقلی طور پر ہم معلوم کر سکیں یا نہ ، مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہوسکتا۔غرض کشفی دلائل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔کان اگر نہ دیکھ سکیں تو ان کا کیا قصور ؟ وہ اور قوت کا کام ہے۔ہم اپنے ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں کہ روح کا تعلق قبر کے ساتھ

کے لیے کشفی حس کی ضرورت ہے اگر کوئی فاقد الکشف اس تعلق کی نسبت یہ کہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے تو غلط کہتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد اور کروڑوں اولیاء وصلحاء کا سلسلہ دنیا میں گزرا ہے اور مجاہدات کرنے والے بے شمار لوگ ہو گزرے ہیں وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں گو اس کے تعلقات کی کیفیت وجہ مخفی طور پر ہم معلوم کر سکیں یا نہ کر سکیں مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہوسکتا۔غرض کشفی دلائل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔گو عقل ادراک نہ کر سکے جیسے کان اگرچہ دیکھ نہ سکیں تو ان کا کیا قصور ہے وہ اور قوت کا کام ہے۔

غرض روح کا تعلق قبر کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔انسان میت کے ساتھ کلام کر سکتا ہے۔ارواح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کے لیے ایک مقام ملتا ہے۔یہ ایک ایسی مسلم بات ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی موجود ہے یہ مسئلہ عام طور پر مسلمہ مسئلہ ہے بجز اس گمراہ فرقہ کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے۔

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۵ ﴾

ضرور ہوتا ہے۔انسان میت کے ساتھ کلام کرسکتا ہے۔
روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اس کے لیے
ایک مقام ملتا ہے۔میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ایک ثابت شدہ
صداقت ہے۔ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اس کی گواہی
موجود ہے یہ مسئلہ عام طور پر مسلمہ مسئلہ سے بجز اس فرقہ
کے جونفی بقائے روح کرتا ہے۔

﴿ الحکم ، جلد۳ ، نمبر۳ ، صفحہ ۳۰۲ ، پرچہ ۲۳
جنوری ۱۸۹۹ء ، ملفوظات ، جلد۱ ، صفحہ ۱۸۹ تا
۱۹۱ ﴾

فیصلہ آپ کریں

قارئین کرام ! یہ چند طویل اقتباسات آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کئے کہ آپکو حقیقتِ واقعیہ کا اندازہ ہوجائے۔یہ کوئی الزام نہیں ہر شخص چشمِ عبرت سے ان حوالہ جات کو ملاحظہ کرسکتا ہے۔مرزا قادیانی کی کتاب "برکات دعا" ۱۸۹۲ء "آریہ دھرم" ۱۸۹۵ء ، "اسلامی اصول کی فلاسفی" ۱۸۹۶ء ، "الحکم" ۱۸۹۹ء "کشتی نوح" ۱۹۰۲ء ، "نسیم دعوت" ۱۹۰۵ء ، میں شائع ہوچکی تھیں۔اس کے برعکس مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب "المصالح العقلية للاحكام النقلية" ان کی اپنی تحریر کے مطابق یکم رجب بروز جمعرات ۱۳۳۴ھ کو ختم ہوئی جو ۱۹۱۶ء عیسوی تاریخ ہوتی ہے۔

اصحابِ مکاشفہ

آپ لوگ ایک بار پھر سوچ رہے ہوں گے کہ میں نے نقاب کشائی کے بعد '' اصحابِ مکاشفہ '' کی ہیڈنگ کیوں ڈالی کیا ابھی بھی نقاب کشائی نہیں ہوئی ؟ جناب کتاب کی نقاب کشائی تو ہوگئی لیکن ابھی اصل نقاب کشائی باقی ہے کہ دیوبندی مکتبہ فکر ختم نبوت کے سلسلہ میں مشکوک کیوں تھا ؟؟

مرزا غلام قادیانی نے اپنی کتاب '' اسلامی اصول کی فلاسفی '' میں '' روح اور عالم برزخ'' کے مطابق اپنا ذاتی تجربہ (کذب) لکھ مارا ، جسے مولوی اشرف علی تھانوی نے معمولی سی تبدیلی سے من وعن لکھ مارا۔ ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی

غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے ۔ یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزء کا موجب ہو جاتا ہے۔ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ **مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں** بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔

﴿ اسلامی اصول کی فلاسفی ، صفحہ ۶۳ ﴾

مولوی تھانوی

غرض یہ جسم جو کہ اعمال کی کیفیت سے بنتا ہے۔ یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزء کا محل ہو جاتا ہے۔ **اصحابِ مکاشفہ کو عین بیداری میں** مردوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ اور وہ فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔

﴿ المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ ، صفحہ ۲۵۸ ﴾

سمجھدار سمجھ گئے ہوں گے لیکن ہم وضاحت کر دیتے ہیں ، ان قائین کے لئے جو ابھی تک نہیں سمجھے۔ قارئین کرام آپ کلر فل دونوں عبارات کو پڑھیں ، بار بار پڑھیں ! مرزا نے اپنا ذاتی تجربہ لکھ کر اپنے آپ کو اہل کشف ثابت کیا تو دوسری

طرف مولوی اشرف علی تھانوی نے مرزا کو '' اصحاب مکاشفہ '' میں شامل کر کے اس کے ان تمام دعوؤں کو سچ ہونے کا علان کر دیا۔

دیو بندی کے قاسم الکذاب مولوی قاسم نانوتوی نے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے '' تحذیر الناس '' لکھ ماری ، جس کا فائدہ مرزا غلام قادیانی نے اٹھایا تو مربی دیو بند مولوی رشید احمد گنگوہی نے مرزا غلام قادیانی کو '' مرد صالح '' ہونے کا فتویٰ دیا اور لدھیانہ کے بازاروں میں اس کا اعلان مولوی شاہ دین اور مولوی عبد القادر نے روبرو مریدان و منشی احمد جان و متبعانِ قادیانی کے کیا۔ تو دوسری طرف بیمارِ دیو بند مولوی اشرف علی تھانوی نے مرزا غلام قادیانی کو '' اصحاب مکاشفہ '' میں شمار کر کے رہی سہی کمی پوری کر دی۔ ان ہی القابات کی بناء پر دیو بندی مکتبہ فکر ختم نبوت کے سلسلہ میں مشکوک تھا اور یہ راز داریاں اس کا بین ثبوت ہیں۔

یہ ہیں ختم نبوت کے اصل

ہر فتنہ پرور

دشمن